علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر رفعت چوہدری، شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

ڈاکٹر محمد افضال بٹ، صدر شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

علامہ اقبال کی نظر میں اسلامی نظریات کے جدید سائنس اور مغربی تہذیب پر اثرات

(تحقیقی جائزہ)

An Impact of Islamic Doctrine on Modern Science and Western Civilization: Allam Iqbal's Perspective

Dr Rifat Choudhry, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot

Dr Muhammad Afzal Butt, Chairperson Department of Urdu, GCW University Sialkot

Abstract

Islam has contributed to many principles that have shaped Western civilization. Numerous foundations of modern sciences find their roots in Islamic teachings. The pursuit of knowledge in Europe owes much to the influence of Muslims, and significant scientific principles have been articulated by distinguished Muslim scholars. Allama Muhammad Iqbal asserted that the beginning of modern science occurred when Islamic rulers engaged in inductive research to comprehend the essence of things and establish control over them. Islam has exerted a spiritual influence across various facets of human life. Hence, it is inaccurate to postulate that Islam and modern sciences are incompatible. This research paper aims to compare Allama Iqbal's ideas with Quranic and scientific references, illustrating that, at one point, Muslims opted the Greek thoughts. However, as the inadequacy of such thinking became evident, they delved into subjects ranging from mathematics to astronomy, medicine to psychology, and logic to philosophy. Through vigilant observations and experiences, they crafted new paths. Simultaneously, according to Allama Iqbal, Europe remains entangled in the swamp of prejudice, while the credit for laying the foundations of modern sciences belongs to Muslims.

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

Keywords: Allama Iqbal, Islamic Teachings, Modern Sciences, Western Civilization, Comparative Analysis

مغربی تہذیب نے وہ تمام عمدہ اصول جو آج اسکی آب و تاب کا مظہر بنے ہوئے ہیں، در حقیقت اسلامی تہذیب اور اسکے سنہری قوانین سے اخذ کیے ہیں۔ اسلام نہ صرف اِن اصولوں کا سرچشمہ رہاہے بلکہ یورپ کی ترقی کا آغاز ہی اِن اصولوں سے ممکن ہوا۔ اِس حوالے سے علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے سات خطبات میں جابجا اِشاروں اور وضاحت سے بیانات قلمبند فرمائے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس موضوع کو لیکر اپنے تین خطبات (پہلا، تیسرا اور پانچواں) میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ان خطبات پر مشتمل ان کی کتاب:The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam میں علامہ اقبالؒ نے بتایاہے کہ جدید سائنس کی بنیاد اُس وقت پڑی جب اِسلامی حکماء نے استقرائی تحقیق(Inductive Research)کے مطابق کائناتِ فطرت اور انسانی تاریخ کی تعبیر شروع کی۔ انہوں نے اپنے مخصوص طریقِ فکر و عمل کو چھوڑ کر حقائق اشیاء کی تہہ تک پہنچنے اور ان پر تصرف حاصل کرنے کی سعی کی۔ اُن کا طریقہ استدلال(Reasoning Method)جو کہ اُن کی امتیازی خصوصیت ثابت ہوا، وہ یہ تھا کہ وہ معلوم سے غیر معلوم کو دریافت کرتے اور حوادث کا مشاہدہ کرکے ان کے اسباب کا کھوج لگاتے تھے۔ وہ صرف ان قضایا کو درست اور قابل قبول سمجھتے تھے جنہیں تجربے نے درست ثابت کر دیا ہو۔ اسلامی مفکرین کے اِسی اندازِ فکر سے اہل یورپ متاثر ہوئے۔

پانچویں صدی عیسوی سے لے کر پندرھویں عیسوی تک کا زمانہ جو یورپی تاریخ میں ازمنہ وسطیٰ کہلاتا ہے۔ اِس دور میں علم ودانش اور فنونِ لطیفہ کا مسلمانوں میں عام رواج ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ(Europe) جہالت اور تاریکی کے سمندر میں ڈوباہوا تھا۔ پندرھویں صدی میں اُندلس(Andalus) کی یونیورسٹیوں کے ذریعے اسلامی علوم یورپ میں پھیلے اور اہل یورپ کی خوابیدہ قوتوں اور صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں مدو معاون ہوئے۔ علامہ اقبالؒ ایک حد تک یورپ کی تہذیب کو اسلامی تہذیب کا تکملہ سمجھتے تھے۔ اِس تہذیب نے اُس وقت جنم لیا جبکہ مسیحی یورپ نے اپنے متکلموں اور کلیسائی رہبروں کے بنائے ہوئے استخراجی طریق(Extractive Method) کو ترک کرکے جو کلاسکی اصول(Classical Principle) سے ماخذ تھا، علم اور زندگی کا نیا نقطہ نظر اختیار کیا۔ بعد میں اسی کی بدولت بڑے بڑے اکتشافات(Discoveries)اور ایجادات(Inventions)ہوئیں۔ جس سے مغربی دنیا میں زبردست ذہنی انقلاب پیدا ہوا اور جدید تمدن و تہذیب کی داغ بیل پڑی۔

جدید علم وحکمت اس لذتِ ایجاد کا نتیجہ ہے، جس سے مغربی قومیں پہلے پہل مسلمانوں کی بدولت آشنا ہوئی تھیں۔ جدید سائنس اسی کے بدن سے پیدا ہوئی۔ چنانچہ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ سائنس یا حکمت اشیاء فرنگی زاد نہیں بلکہ مسلمان زاد ہیں۔ اس

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

طرح مثنوی "مسافر" میں علامہ اقبال نے علوم وفنون کی دنیا میں مسلمانوں کے اکتشافات کا کھل کر اعلان کیا ہے اور اس غلط خیال کی تردید کی ہے کہ تجربیت (Experiments) اور جدید سائنسی منہاج کی بنیاد یورپ نے رکھی۔ لکھتے ہیں۔

ے حکمتِ اشیاء فرنگی زاد نیست　　اصل وجز ولنتِ ایجاد نیست

نیک اگر بینی مسلمان زادہ است　　ایں گہر از دست ما افتادہ است

چوں عرب اندر وپا پر کشاد　　علم وحکمت را بنا دیگر نہاد

دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند　　حاصلش افرنگیاں برداشتند

ایں پری از شیشہء اسلاف ماست　　باز صیدش کن کہ او از قاف ماست (۱)

کچھ عرصہ تو مسلمان یونانی افکار (Greek Philosophy) کے طلسم میں گرفتار رہے لیکن جب ان پر اس طرزِ فکر کا کھوکھلا پن ظاہر ہوا تو انہوں نے اسکے خلاف ایک ہمہ گیر اور مکمل بغاوت کی اور ریاضی، فلکیات اور طب سے لے کر نفسیات اور منطق تک کوئی بھی شعبہ ایسا نہ تھا کہ مسلمان اہلِ نظر نے اپنے تجربے اور مشاہدے پر انحصار کر کے اس میں ایک نئی راہ تلاش نہ کی ہو تاہم اس بغاوت اور ندرت فکر کا سب سے واضح اور پر جوش اظہار یونانی منطق (Greek Logic) کی تنقید و تردید میں ہوا۔

علامہ اقبال کے نزدیک اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے کلاسکی سکون آفرینی کے نظریے کی جگہ حرکت و حرارت (Motion and Heat) کے اصول کو زندگی کا رہبر بنا دیا۔ استقرائی طریقِ فکر سے عوارض فطرت اور تاریخ انسانی کا درست علم ممکن ہوا اور عالم محسوس کی تسخیر کے ساتھ ساتھ معنوی زندگی کے تقاضے نظر انداز نہیں کیے گئے۔ اسلامی حکماء نے کلاسکی منطق (Classical Logic) کے اصول کی تردید کی ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اسکے بعد اشراقیؒ اور ابن تیمیہ نے یونانی منطق کی باقاعدہ تردید کا بیڑا اٹھایا اور پھر ابو بکر رازی اور ابن حزمؒ نے اسکے پرخچے اڑا دیے۔ منطق کی حدود سے بحث کرتے ہوئے نظام ابن تیمیہؒ اور ابن حزمؒ نے علم کا ماخذ احساس و شعور کو قرار دیا اور استقراء کو استدلال کا قابل اعتماد طریقہ تسلیم کیا۔ ابن حزمؒ نے ادراک بالحواس (Perception by the Senses) پر بحیثیت ایک سرچشمہ علم زور دیا اور الرّدُ علی المنطق میں امام ابن تیمیہؒ نے استقرائی کو بطورِ حجت قابل اعتماد ٹھہرایا۔ اسی طرح البیرونی اور الکندیؒ نے بھی مشاہدے (Observations) اور استقراء (Induction) کے ساتھ تجربی طریق (Empirical Method) پر بہت زور دیا یوں اس منہاج کی ابتدا ہوئی جس کا تعلق مشاہدے اور تجربے سے ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ تجربی منہاج (Empirical Practice) کا سہرا مغرب کے سر ہے، سراسر غلط ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

علامہ اقبالؒ مولانا روم کے نظریہ ارتقا(Theory of Evolution)کا ذکر اس حوالے سے کرتے ہیں کہ مولانا روم نے Darwin سے سینکڑوں برس پہلے حیاتیاتی ارتقاء کی مختلف منازل جمادات، حیوانات اور انسانوں کا ذکر کیا تھا لیکن اسکے نظریے کی خوبی یہ ہے کہ یہ انسانیت کی موجودہ سطح کو منزلِ آخر قرار نہیں دیتا۔ بلکہ یہ ارتقائی عمل پیہم آگے بڑھتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ جدید مادیت(Materialism) کے یاس انگیز اثرات کو ختم کرنے کے لیے سمجھتے ہیں کہ عصر حاضر کو آج ایک رومی کی ضرورت ہے جو دلوں کو زندگی، امید اور ذوق و شوق کے جذبات سے معمور کر دے۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے تحقیقی مقالے: The Development of Metaphysics in Persia میں مولانا رومی کے ایسے بہت سے اشعار درج کیے ہیں جو ارتقائے حیات(The Evolution of Life) پر بڑی دلچسپ روشنی ڈالتے ہیں اپنے خطبہ "اسلامی ثقافت کی روح" میں علامہ اقبالؒ نے ارتقاء کے متعلق ابن مسکویہ اور حقیقت مکان کے بارے میں عراقی تصورات کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے۔

حافظ اور ابن مسکویہ نے نباتاتی اور حیوانی زندگی کے مشاہدے سے اصول ارتقاء کی طرف اشارے کیے اور استقرائی طریق سے نتائج اخذ کیے۔ آج کے دور میں سوسائٹی یعنی سماج اور برادری کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور علم شہریت(Citizenship) میں سماج کو ساری ترقیوں کی بنیاد مانا جاتا ہے، لیکن یہ کوئی نیا اور عصر حاضر کا نظریہ نہیں بلکہ ابن مسکویہ نے آج سے ہزار سال پہلے اس نکتہ کو بیان کر دیا تھا کہ انسان فطرتاً "مدنی الطبع" ہے اور وہ طبعاً اچھی اور صاف ستھری زندگی گزارنا چاہتا ہے اس لیے وہ معاشرہ یعنی سماج کا محتاج ہے۔ آج کی سوشل سائنس بھی یہی کہتی ہے۔ عراقی کے نزدیک مکان کی تین قسمیں ہیں مادی اشیاء، مکان، غیر مادی اشیاء سے متعلق اور ذات الٰہیہ سے تعلق رکھنے والا۔ عراقی کے بموجب بڑے بڑے اجسام کے مکان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہو تو مزاحمت کے ساتھ ہوگا یہ نظریہ آج فریکشن (Friction) کے نام سے جانا جاتا ہے اسکے مطابق لطیف اجسام (Subtle Bodies) کا مکان ہے مثلاً ہوا اور آواز کا جب تک ہم کسی نلکی سے اسکے اندر کی ہوا باہر نہ نکال لیں اس میں دوسری ہوا داخل نہیں ہو سکتی۔ روشنی لا مکان ہے اور روشنی کی رفتار کے سامنے وقت تقریباً صفر ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ عراقی کے اس نظریہ کی تلخیص سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک ایسے زمانے میں جب ابھی ریاضی اور طبیعات (Physics) کے جدید تصورات کا کسی کو علم بھی نہیں تھا ایک روشن خیال صوفی نے زمان و مکان (Space and time) کے بارے میں اپنے باطنی مشاہدات کی توضیح کس رنگ میں کی۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبے "مکان وزمان اور ذات باری تعالیٰ" کی بحث میں ہر شے یعنی موجودات عالم کا بطن اور سر چشمہ مسلمانوں کو ٹھہرایا ہے۔ آئن سٹائن کے ہاں کائنات کے نظریے اضافت (Theory of

Relativity) میں زمان و مکان کا جو تصور ملتا ہے وہ دراصل کائنات کے پیش کردہ تصور زمان و مکان کی بنیاد پر استوار ہے۔ ادارہ معارف اسلامیہ لاہور کے اجلاس کے خطبہ صدارت ۱۹۲۹ء میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

"یورپ کے علماء بیسویں صدی میں جن نظریات وانکشافات کو اپنے لیے نئی چیز سمجھتے ہیں ان پر عرب علماء وفضلا صدیوں پہلے سیر حاصل بحثیں کر چکے ہیں۔ آئن سٹائن کا نظریہ اضافت یورپ کے نزدیک نیا ہو تو ہو لیکن علماء اسلام کی کتابوں میں صدہا سال پہلے اسکے مبادی زیر بحث آ چکے ہیں برگساں کے فلسفہ کو سمجھنے کے لیے ابن خلدون کے افکار و خیالات کا مطالعہ کرنے کی اشد ضرورت ہے"۔(۲)

اسکے بعد البیرونی نے خالص علمی نقطہ نظر سے ثابت کیا کہ کائنات کا یہ نظریہ کہ ہم اسے وجود ساکن ٹھہرائیں، بڑا ناقص ہے۔ البیرونی ثابت کو متغیر قرار دیتا ہے اور کائنات کو کسی کی بنائی ہوئی شے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسی شے کی نظر سے دیکھتا ہے جو ابھی بن رہی ہے۔ یعنی اسکی نگاہیں "کون" کی بجائے "تکوین" پر تھیں۔ اور اب یہی تصور آج کے دور میں مزید سائنسی تحقیق کے بعد مغربی ذہن کا جزو لاینفک قرار پایا ہے۔

جو اس بات کی کھلی تصدیق ہے کہ علوم جدیدہ کے آغاز کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ البیرونی ہیئت، جغرافیہ، ریاضیات اور تاریخ کے موضوعات میں ایک مستند نام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ قدرتی علوم کے ماہر ہیں۔ البیرونی نے ہی دریافت کیا کہ روشنی آواز سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ برصغیر کی سیاحت کے دوران اس نے قلعہ بالا ناتھ میں حساب لگا کر بتایا کہ زمین کا (radius) نصف قطر ۶۳۳۸ کلومیٹر ہے۔ آج جدید اندازے کے مطابق یہ نصف قطر ۶۳۵۳ کلومیٹر ہے۔ صرف ۱۵ کلومیٹر کا فرق یہ ثابت کرتا ہے کہ البیرونی کی calculations درست تھیں۔ البیرونی نے صرف ریاضی کے موضوع پر ۱۵۰ سے زائد کتابیں لکھیں۔ جو مغرب کی مختلف یونیورسٹیوں میں زیر تدریس رہیں، اور ان کی مشہور کتاب "تحریر الاماکن" سے مدتوں استفادہ کیا جاتا رہا۔ اسی طرح البیرونی اور خوارزمی نے حساب سے جب جبر و قدر کی طرف قدم بڑھایا تو یہ تصور قدر کی بجائے نسبت میں بدل گیا۔ حالاں کہ یونانیوں کے ہاں عدد کا تصور بھی محض قدر کا تصور تھا۔ پھر آگے چل کر البیرونی نے واضح طور پر وہ تصور قائم کیا جسے اسپینگلر سنینی عدد سے موسوم کرتا ہے اور جس سے ہمارا ذہن "کون" کی بجائے "تکوین" کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

جابر بن حیان کی خدمات کو ہی دیکھ لیجئے جسے علم کیمیا (Chemistry) کا بانی کہا جاتا ہے۔ جابر بن حیان نے کچ دھاتوں کو پگھلا کر صاف کرنے، فولاد تیار کرنے، چمڑا بنانے، کپڑا رنگنے اور لوہے کو زنگ سے بچانے کے طریقے معلوم کیے۔ سلفیورک ایسڈ، ہائڈروکلورک ایسڈ اور نائٹروک ایسڈ پہلی دفعہ جابر بن حیان نے تیار کیے تھے۔ اور ان کے علاوہ آپ فلکیات (Astronomy) میں بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ وارنش بنانے کے طریقوں سے واقف تھے۔ اور پہلے کیمیا دان تھے جن کی ایک باقاعدہ کیمیائی تجربہ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

گاہ تھی۔ وہ کسری کشید (Fractionalization) کے عمل کے بارے میں بھی جانتے تھے اور انہوں نے کیمیائی گری اور اس سے ملتے جلتے موضوعات پر عربی میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ جن میں "الکتاب" اور "الخالص" مشہور ہیں۔ ان کی الکیمیا کا لاطینی ترجمہ ایک انگریز رابرٹ آف چیسٹر نے ۱۱۴۲ء میں کیا۔ ۱۸۹۲ء میں مسٹر آہومس نے ان کی ۹ کتابوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی تصانیف انیسویں صدی کے آخر تک زیرِ تدریس رہیں۔

محمد بن زکریہ الرازی علمِ کیمیا اور فنِ طب میں اپنے زمانے کے علم العلاج کے اصولوں سے پوری طرح واقف تھے۔ وہ بغداد کے ایک ہسپتال کے سربراہ اور ماہر سرجن بھی تھے۔ زکریا الرازی نے بھی پہلی دفعہ بے ہوش کرنے کے لیے افیون کا استعمال کیا۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے چیچک اور خسرہ کی وجوہات، علامات اور علاج کے بارے میں تفصیلاً لکھا۔ ان بیماریوں کے متعلق ان کے تحریر کردہ اصول آج بھی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے تخمیر (Fermentation) کے ذریعے الکوحل تیار کی۔ اور کیمیائی مرکبات کو چار گروپوں میں تقسیم کیا:

۱۔ معدنیات ۲۔ نباتات ۳۔ حیوانات ۴۔ ماخوذ

مختلف کیمیائی مرکبات کے بارے میں ان کی یہ گروہ بندی آج بھی تسلیم کی جاتی ہے۔ ابن الہیثم جو لاطینی زبان میں اور یورپ میں آج بھی الحیزن کے نام سے مشہور ہیں، پن ہول کیمرے کے موجد ہیں۔ ابن الہیثم نے ہی سب سے پہلے مادہ کے لیے انرشیا (Inertia) کا نام لیا۔ جو بعد میں آئزک نیوٹن کی حرکت کے قوانین کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کی کتاب کتاب المناظر روشنی کی خصوصیات کے متعلق ایک جامع تجزیاتی اور ریاضیاتی کتاب ہے۔ ابن الہیثم ہی کومرر اور لینز کے علاوہ ریفلیکشن (Reflection) اور ڈفریکشن (Diffraction) کے قوانین کا پہلا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ آنکھ کے بارے میں جو تفسیر ابن الہیثم نے اپنی کتاب میں پیش کی تھی وہ آج بھی کئی تجربات کے بعد درست تسلیم کی جاتی ہے۔ راجر بیکن نے ابن الہیثم کے تجربات سے ہی کام لے کر دوربین ایجاد کی۔

یورپ میں اویسینا کے نام سے مشہور بوعلی سینا کو مسلم دنیا کا ارسطو تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ کیمیادان ہونے کے ساتھ ساتھ دوا ساز بھی تھے۔ انہوں نے تقریباً ۷۶۰ جڑی بوٹیوں پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔ وہ پہلے کیمیادان تھے جنہوں نے اس خیال کو رد کیا کہ عام دھاتوں (Metals) کو سونے میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ فزکس، کیمیا، ریاضی، بیالوجی اور موسیقی پر انہوں نے تقریباً ایک سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ طب کے موضوع پر ابن سینا کا انسائیکلوپیڈیا "القانون فی طب" ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب میں انسانی اعضاء کی ساخت اور بناوٹ (Anatomy) کو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب پورے یورپ کے تمام طبی مدارس میں سترہویں صدی تک پڑھائی جاتی رہی۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ابن خلدون نے انسانی تاریخ میں استقرائی طریق تحقیق کو سب کو پہلے استعمال کیا۔ اور جو نتائج اخذ کیے وہ فلسفہ تمدن کے لیے بالکل نئی چیز تھی۔ اس ضمن میں جو کچھ اس نے کہا اسکی نسبت اس سے پیشتر کلاسکی مفکروں میں سے کسی نے اس طرف اشارہ تک نہیں کیا تھا۔ اس نے تاریخ عالم کو مسلسل اجتماعی حرکت وارتقاء سے تعبیر کیا۔ اور تغیر کو اس تخلیقی تحریک کا سبب قرار دیا جس میں انسانی اختیار کی کارفرمائی موجود رہتی ہے۔ اسکے علاوہ علم حساب کی بجائے علم جبر و مقابلہ کی طرف اسلامی حکمانے جو خاص توجہ کی اسکی وجہ بھی کائنات کا وہ مخصوص نقطہ نظر تھا جو اسلامی تہذیب و تصورات میں مضمر تھا۔ اسکے نزدیک کائنات کا تصور بند ھا ٹکا اور معین تھا بلکہ وہ متواتر "ہونے (being)" کے عمل سے عبارت تھا۔

> "مسلم قوم کی تاریخ پر آپ جتنا غور کریں گے اتنا ہی اسے حیرت انگیز پائیں گے۔ ابتدائی دور سے ۱۶ویں صدی کے آغاز تک پورے ایک ہزار سال یہ توانا نسل (میں نسل اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اسلام نے ایک نسل ساز قوت کا کردار ادا کیا ہے) سیاسی توسیع کے ہمہ جاذب مشغلے میں پیہم منہمک رہی ہے۔ تاہم مسلسل جدوجہد کے اس طوفانی دور میں بھی اس حیرت انگیز قوم نے بڑے بڑے تہذیبی کارنامے انجام دینے کے لیے کافی موقع نکال لیا۔ اس نے قدیم علوم کے مدفون خزانوں کو باہر نکالا اور محفوظ کیا۔ ان میں ٹھوس اضافے کیے ایک منفرد نوعیت کا ادب تخلیق کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک مکمل نظام قانون مرتب کیا جو ہمارے لیے مسلم فقہاء کا سب سے قیمتی ورثہ ہے"۔ (۳)

احمد عبداللہ حبش حاسب فن ریاضی کا ماہر تھا۔ علم ہندسہ میں اسے کمال حاصل تھا علم المیلہ یعنی ٹریگنو میٹری (Trigonometry) کا محقق اور زاویے (Angle) کے چھ مشہور نشستوں میں فصل جیوب کے طریقے دریافت کرنے والا گزرا ہے۔ اس نے قاطع کو پہلی مرتبہ معلوم کیا اور ٹریگنو میٹری میں اسے رواج دیا۔

عباس بن سعید الجوہری مامون الرشید کے زمانے کا ایک علم ہیئت اور ریاضی کا ماہر تھا۔ مامون نے اسکے کہنے پر صدگاہ تعمیر کی اور رصد یہ کی صعبے میں پہلی دفعہ کئی آلات عباس الجوہری نے تیار کیے۔ رصدگاہ یعنی Observatory جو بعد کی کئی صدیوں تک مستعمل رہی مسلمانوں کا کارنامہ ہے۔

مغربی سائنس دانوں میں کوپرنیکس کے متعلق مشہور ہے کہ زمین کی گردش کا نظریہ اس نے قائم کیا تھا، لیکن مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو، اس نظریے کے بانی کے طور پر احمد بن محمد سجستائی کا نام سامنے آتا ہے۔

اس خیال کی کوئی اصلیت نہیں کہ تجربی طریق تحقیق کو سب سے پہلے اہل یورپ نے دریافت کیا۔ اسلامی حکماء میں ابن حزم اور ابن الہیثم تجربی طریق پر بہت پہلے اپنی کتابیں شائع کر دی تھی۔ اور اندلس کی جامعات کے توسط سے ان کی بھنک مغربی اہل فکر کے کانوں تک بھی پہنچ چکی تھی۔ اسکے علم بردار راجر بیکن نے بھی اندلس کی اسلامی درسگاہوں سے علم و حکمت کا درس لیا۔ اہل

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

یورپ اسے تجربیت اور استقراء کا بانی قرار دیتے ہیں حالانکہ اس سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسکی تصنیف Opus Majus کے پانچویں باب کا مطالعہ کرنے پر، اس کا تعلق عدسوں سے ہے، صاف نظر آئے گا کہ یہ ابن الہیثم ہی کی بصریات کا چربہ ہے۔ اور اس تصنیف پر ابن حزم کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ یورپ نے اگرچہ اس حقیقت کو بہت دیر میں تسلیم کیا کہ سائنس کا منہاج دراصل مسلمانوں کی دریافت ہے۔

علامہ اقبالؒ دراصل اسلامی ثقافت کی روح ایسے علم کو قرار دیتے ہیں جس کا یقینی سرچشمہ پیغمبرانہ وحی ہے۔ جو قرآن حکیم کی صورت میں ہماری ہدایت کے لیے موجود ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ قرآن ہی نے علم کے دیگر اور معتبر منابع کا سراغ دیا جو انسان پر پہلے اس اہمیت کے ساتھ منکشف نہ تھے۔ ان میں سے ایک فطرت ہے تو دوسرا ذریعہ علم تاریخ ہے۔ اسلامی تہذیب مطالعہ فطرت اور مطالعہ تاریخ کے ذریعے کائنات اور انسانی حقیقت پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔ اور شعور نبوت کی ان کے ذریعے تصدیق و تشکیل عمرانی تناظر میں کرتی ہے۔ اس مطالعہ فطرت سے مسلمانوں نے Science and Technology کی اساس رکھی۔ اور اسی مطالعہ طریق سے مسلمانوں نے عمرانی علوم کی حقیقت دریافت کی۔

یورپ کے محققین کی آنکھوں پر اب تک تعصب کے چشمے لگے ہوئے ہیں۔ انہیں اپنے سوا دوسری قوموں کا حق تسلیم کرنے میں خواہ اس کا تعلق سیاست و معیشت سے ہو، یا علم و نظر سے ان کو دیر لگتی ہے اور ان کے لیے بہت مشکل ہے۔ یہ سوال کہ جدید سائنس کا بانی کون ہے اور جدید علوم کے آغاز کا سہرا کس کے سر باندھنا چاہیے؟ آج سے تقریباً ایک صدی پہلے یورپ میں یہ بہت گرما گرم بحث کا موضوع تھا اور آخر کار چند دیانت دار علمائے مغرب نے اس امر کو پایا ثبوت تک پہنچا دیا کہ نسل انسانی پر یہ غیر معمولی احسان عربوں کا تھا۔ اور یہ کارنامہ اسلامی ثقافت کی بدولت سرانجام پایا۔ مغرب کے جن تہذیب دانوں نے مسلمانوں کی اس خدمت کا کھلے بندوں اعتراف کیا ان میں تشکیل انسانیت کا مصنف بریفالٹ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ جن دنوں علامہ اقبالؒ اپنے انگریزی خطبات رقم کر رہے تھے اس زمانے میں اس بے لاگ اور فکر انگیز تصنیف کا ساری دنیا میں چرچا تھا۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ نے اپنے پانچویں خطبے میں اس کتاب سے چند اقتباسات بھی لیے۔

> "یہ آکسفورڈ سکول میں ان (عربوں) کے جانشین ہی تھے جن سے راجر بیکن نے عربی اور عربی سائنس کی تعلیم پائی۔ لہٰذا تجربی طریقے (سائنسی طریقے) کی ابتدا کا فخر نہ تو راجر بیکن کے سر ہے اور نہ اسکے ہم نام فرانسس بیکن کو۔ راجر بیکن کی اہمیت اس سے زیادہ کچھ نہ تھی کہ وہ مسلم سائنس اور طریقہ علم کو عیسائی یورپ تک پہنچانے والوں میں سے ایک تھا۔ اور یہ اعلان کرتا کبھی نہ تھکتا تھا کہ اسکے ہم عصروں کے لیے سچے علم تک رسائی حاصل کرنے کا بس یہی ایک راستہ ہے کہ وہ عربی زبان اور عربی علوم سیکھیں۔ یہ بحث کہ تجربی طریقے کا آغاز کرنے والا کوئی یورپی تھا، ان زبردست غلط بیانیوں میں

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سے ایک ہے۔۔۔۔ جن سے یورپی تہذیب کی ابتدا کے بارے میں کام لیا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ بیکن کے زمانے تک عربوں کا تجربی طریقہ کافی مشہور ہو چکا تھا اور تمام یورپ میں اس سے شوق سے قبول کیا جارہا تھا"۔ (۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

"سائنس عربوں کا بہترین تحفہ ہے جو انہوں نے جدید دنیا کو عطا کیا"۔ (۵)

صرف یہی نہیں علامہ اقبالؒ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تابناک ماضی کے قائل تھے۔ اور ایسے ہی خیالات کا اظہار وہ اپنے خطوط اور دیگر مقالات و مضامین اور تقریروں میں کرتے رہتے تھے۔ ۱۳ جون ۱۹۳۷ء کے اپنے ایک خط میں ماسٹر عبداللہ چغتائی کو لکھتے ہیں۔

"اگر آپ کو پیرس میں نوجوان عمر کا اسکالر مل جائے تو اسے کہنا کہ ڈیک آرٹ کی مشہور کتاب "میتھڈ" کا امام غزالی کے احیاالعلوم سے مقابلہ کرے اور یورپ کو دکھائے کہ ڈیک آرٹ اپنے اس میتھڈ کے لیے جس نے یورپ میں علوم کی بنیاد رکھی، کہاں تک مسلمانوں کا ممنون احسان ہے"۔ (۶)

گستاؤلی بان کے مطابق ٹیکنالوجی کے آغاز کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر ہے۔ وہ کاغذ بنانے، بارود اور توپ ایجاد کرنے، جہاز رانی میں قطب نما کے استعمال، اصلی مرکباتِ کیمیا کا مثل الکوحل، شورے اور گندھک کے تیزاب اور ضروری عملیات یعنی عرق کشی وغیرہ کا ایجاد کرنا اور اصلِ کیمیا سے فولاد بنانے اور رنگنے میں کام لینا اسکی اہم مثالوں کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اسکے مطابق بڑے بڑے استقراء اور حیوانات و نباتات کی تقسیم جو آج کل کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اگرچہ عربوں کو معلوم نہ تھی لیکن ان کی تصانیف میں ایسی عبارتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے علمی تحقیقات کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اس حوالے سے بو علی سینا کی کتاب الاحجار کے ایک باب میں پہاڑوں کی اصلیت کے بارے میں درج عبارتوں کی مثال دیتا ہے۔ اسکے مطابق مثل ریاضی و کیمیا و ہیئت کے علوم طبیہ بھی منجملہ ان علوم کے ہیں جن کو عربوں نے تحقیق کیا اور جن میں انہوں نے بڑے بڑے نتائج حاصل کیے۔

آج مغربی مصنفین و مفکرین بھی تاریخ علوم میں مسلمانوں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ بیسویں صدی کے بعض اہل علم میں سے Philip K. Hitti، برنارڈ لیوس اور Henry Corbin وغیرہ کے نام اس حوالے سے لیے جاسکتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کا تاریخ علوم میں لوہا مانا ہے۔ حال ہی میں ترقی کے ممتاز عالم ڈاکٹر فواد سیز گین نے اپنی کتاب "تاریخ التراث العربی" کے نو ضخیم مجلدات میں علوم فنون کے باب میں مسلمانوں کی خدمات کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

علامہ اقبالؒ نے اپنے پانچویں خطبے میں اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ مسلمان یونانی فکر کے مقلد محض تھے۔ اس غلط فہمی کو عام کرنے میں یورپ کے اکثر دانشوروں کا ہاتھ ہے۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک اسلامی ثقافت کی حقیقی روح یہ ہے کہ اس نے محسوس اور متناہی پر اپنی نگاہ مرکوز کی تاکہ حکمت کا اصول ممکن ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں تجربی منہاج وضع ہوا تو حکمت یونانی سے کسی مفاہمت کی بنا پر نہیں بلکہ اس سے مسلسل فکری پیکار کے نتیجے میں متشکل ہوا۔

آج عالم اسلام کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے ورثے کو دوبارہ حاصل کر لیں کیونکہ قرآنِ کریم کی رو سے محسوس اور متناہی کے علم سے ہی وہ قوت ہاتھ آسکتی ہے جس کی بدولت زندگی کے بگڑے کام سنورتے اور سچی انسانیت کی شمع روشن ہوتی ہے۔ آج بھی اسلامی تہذیب اگر اپنا ارتقا چاہتی ہے تو اسے عقل استقرائی (ReasoningInductive) اور تجربی علم (Empirical Knowledge) کو اپنانا ہو گا۔ جس پر اسلامی تہذیب نے پہلے بھی اپنی عظمت کی بنیاد رکھی تھی اور جس سے جدید مغربی تہذیب نے بھی رہنمائی حاصل کی تھی۔

"دنیا کی وہ اقوام جن پر اسلام کا پر تو پڑا، روشنی تمدن سے جگمگا اٹھیں۔ اسلام اپنے ایماں، عقائد اور خدا پرستی کے ساتھ جہاں جہاں گیا علم و حکمت و تمدن اسکے ہم رکاب تھے۔ عرب، مصر، فارس، شام، اندلس، مراکش ترکستان، ہندوستان اسلام جہاں گیا ایک آفتاب تھا جس نے تمام دنیا کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کر دیا"۔ (۷)

یہ کہنا کہ اسلام اور علوم جدیدہ یکجا نہیں ہو سکتے سراسر غلط ہے۔ اسلام نے انسان کی زندگی کے تمام شعبوں پر بے انتہا روح پرور اثر ڈالا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال لکھتے ہیں۔

"کسی یورپین کا یہ کہنا کہ اسلام اور علوم یکجا نہیں ہو سکتے، ناواقفیت پر مبنی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ نہ صرف علوم جدیدہ کے لحاظ سے بلکہ انسان کی زندگی کا کوئی پہلو اور اچھا پہلو ایسا نہیں جس پر اسلام نے بے انتہا روح پرور اثر نہ ڈالا ہو"۔ (۸)

علامہ اقبالؒ اور ان کا کلام و نثر تمام و کمال قرآن سے ماخوذ ہے۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری قرآن کی تفسیر، اور نثر قرآن کی تشریح ہے اور وہ شاعری اور نثر دونوں میں بیان کردہ حقائق قرآن کی روشنی میں واضح کرتے رہے ہیں۔ اس لیے جب John William Draper کی مشہور و معروف کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" جس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خاں نے کیا منظر عام پر آئی اور اسکی بابت یہ کہا جانے لگا کہ یہ مذہب و سائنس کی ہنگامہ آرائی کی مظہر ہے، تو علامہ اقبالؒ نے وضاحت کی کہ "معرکہ مذہب و سائنس" اصل میں مذہب و سائنس کی ہنگامہ آرائی کی مظہر نہیں ہے، بلکہ سائنس اور عیسائیت (Science and Christianity) کی تاریخ ہے، اور اس تصادم کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ یورپ کے علماء و حکماء مسلمانوں کی ترقی سے متاثر

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہوئے تو اہل فرنگ کے خیالات میں زبردست انقلاب پیدا ہونے لگا اور رومن کیتھولک (Roman Catholic) مذہب والے علمی انقلاب سے متصادم ہوئے۔ ڈاکٹر ڈریپر نے اس انقلاب کی تاریخ لکھ دی۔

اس پیش گوئی کے تناظر میں بات کی جائے تو یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے، جو زندگی کے تمام حقائق پر نظر رکھتا ہے، اور قدرت کے مظاہر اور دستیاب وسائل کو انسانی فلاح و بہبود کے لیے استعمال میں لانے کی دعوت دیتا ہے۔ چونکہ اسلام ایک عملی دین ہے، اس لیے جس تعلیم کی یہ تلقین کرتا ہے اسکی بنیاد مشاہدہ اور دلیل و تجربہ اور نتائج کے اخذ کرنے سے ہوتی ہے، اور قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں اسکے واضح اشارات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم میں سب سے پہلے وحی الٰہی جو حضور اکرمؐ پر نازل ہوئی اس کا آغاز ہی ایک ایسی سورت سے ہوا جس میں نبی کریمؐ کو صیغہ امر میں پڑھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا، اسکے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> "پڑھ ساتھ نام پروردگار اپنے کے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھ اور پروردگار تیرا بہت کرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔" (سورہ علق، آیت ۱ تا ۵)

پہلی وحی میں پہلا لفظ "اقرا" یعنی پڑھو ہے جو اسلام میں علم کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے۔ اسکے علاوہ بھی کئی مقامات پر قرآن میں علم کے حصول اور کائنات میں غور و فکر کی دعوت ملتی ہے، جہاں سوال کے انداز میں پوچھا گیا ہے کہ؛ کیا وہ تدبر نہیں کرتے؟ کیا وہ دیکھتے نہیں؟ کیا وہ سوچ بچار نہیں کرتے؟ سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۴ کا مطالعہ کیجیے، جو مظاہرِ فطرت کی ایک فہرست پر مبنی ہے۔

> "بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں"۔

کیا بیان کردہ یہ تمام مظاہر انسان کو علم سائنس کے قدرتی اصولوں سے روشناس نہیں کرواتے؟ دراصل انسانی علم و عقل حقائق اشیاء کے ادراک سے عاجز ہے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے۔

> "اور تمہیں نہایت تھوڑا علم دیا گیا"۔ (سورہ بنی اسرائیل، آیت:۸۵)

بڑے بڑے سائنسدان حقیقت کے علم کا دعوی نہیں کرسکتے اور ان کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک نے ہمیں غور و فکر کی دعوت دی ہے اور یہی سائنس کی بنیاد ہے۔ اسکی سب سے بڑی دلیل حضرت آدمؑ جو انسانیت کا نقطہ آغاز ہے،

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ان کا واقعہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو حضرت آدمؑ کی فرشتوں پر یہ برتری، ان کے علم کے باعث دی گئی تھی۔ سورہ الذٰریٰت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور ہم نے ہر چیز سے جوڑا پیدا کیا تاکہ تم سمجھو"۔(سورہ الذٰریٰت آیت ۴۹)

انسان اور دیگر جانداروں میں تو ہم ہر جنس کے جوڑے جوڑے کا مشاہدہ کر رہے ہیں تاہم سائنسدان بھی بتلاتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں سے لے کر سمندر کی بڑی سے بڑی مخلوق تک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے نر اور مادہ کے جوڑے سے ہی آگے حیوانات یا نباتات کی نسل چلتی ہے اس طرح اسلام کی تمام تعلیمات کا منبع یعنی قرآن بذات خود سر تا سر علم ہے تو پھر اسلام اور علوم الگ الگ کیسے ہوسکتے ہیں؟ بلکہ قرآن واضح طور پر اسلام و علوم کے یکجا ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر انسان اس میں غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور واحدانیت سمجھ میں آسکتی ہے۔ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ احادیثِ نبویؐ بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ اسلام اور علوم کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس حوالے سے حضورِ اکرمؐ کی یہ حدیث ملاحظہ کیجیے:

"بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا"۔

نبی اکرمؐ کا یہ فرمان بھی اسلام میں علم اور علماء کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

"علماء انبیا کے وارث ہیں"۔

۳مارچ ۱۹۲۷ء کو اسلامیہ کالج کے جلسہ ہال میں "مذہب اور سائنس" کے عنوان سے بشیر الدین محمود کی تقریر کے اختتام پر علامہ اقبالؒ نے اس موضوع پر یوں روشنی ڈالی۔

> "مذہب فلسفہ، طبیعات اور دیگر علوم و فنون سب کے سب مختلف راستے ہیں جو ایک ہی منزل مقصود پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں مذہب اور سائنس کے تصادم کا خیال اسلامی نہیں کیونکہ سائنس یعنی علوم جدیدہ اور فنون حاضرہ کے باب کھولنے والے مسلمان ہی ہیں اور اسلام نے انسان کو منطق استقرائی کا طریق سکھایا اور اسلام کی بنیاد نظریات اور قیاسیات پر رکھنے کے طریق کو مسترد کرنے کی تعلیم دی اور یہی بات علوم جدیدہ کی پیدائش کا موجب ہوئی سائنس اور مذہب کے تصادم کا خیال غیر اسلامی ہے قرآن کریم کے ہر صفحہ پر انسان کو مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور منتہائے نظر یہ بتایا گیا ہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کیا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک صاف صاف الفاظ میں انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر قوائے فطرت پر غلبہ حاصل کرلیں گے تو ستاروں سے بھی پرے پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے"۔[۹]

اسلام نے احساسِ شخصیت کو بڑھایا ہے۔ اسلام گویا قدیم دنیا کی اخلاقی قدروں کی از سر نو قیمت مقرر کرتا ہے اور تمام اخلاقی حرکت کی آخری دلیل شخصیتِ انسانی کے احساس کو باقی رکھتا ہے اور پھر اس کو تیز کرنا قرار دیتا ہے۔ اسی لیے تو اسلام زناکاری

اور ناجائز اولاد کی ممانعت کرتا ہے کیونکہ ناجائز ولادت کا داغ انسان کی آزادی اور تندرستی اور ترقی کو بھاری صدمہ پہنچاتا ہے۔ اس طرح انسان میں شروع ہی سے ایک احساسِ شخصیت پیدا کرنے کے لیے اسلام نے یہ قانون بنادیا کہ ایک خاص عمر تک ہر انسانی بچہ بلکل آزاد ہے۔ احساس شخصیت کا یہ قانون پندرہ سو سال گزرنے کے بعد آج مہذب معاشروں میں بھی زور پکڑ گیا ہے۔

آدمیت احترام آدمی

باخبر شو از مقام آدمی (۱۰)

علامہ محمد اقبال اسلام کی تاریخ اور قوانین وعلومِ اسلام کی اسی عظمت کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک آج یورپ کے تمام قوانین دراصل اسلامی قوانین سے متشکل ہو کر دور حاضر تک پہنچے ہیں۔ بنیادی طور پر تمام علوم و قوانین اسلام کے بنائے ہوئے ہیں جو مختلف صورتوں میں دوسرے معاشروں تک پہنچتے اور ان کی کامرانی کا ذریعہ بنے۔ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں لکھتے ہیں کہ؛

> "یہ صرف (عربوں کی) سائنس ہی نہ تھی جس نے یورپ کو زندگی بخشی اسلامی ثقافت کے دیگر اور متنوع اثرات نے بھی یورپ کے حق میں اکسیر کا کام کیا"۔ (۱۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

> "اگرچہ یورپ کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اسلامی تہذیب کے فیصلہ کن اثرات اس نے قبول نہ کیے ہوں، تاہم سب سے واضح اور زبردست اثر وہ ہے جو اس طاقت کی پیدائش کی صورت میں قبول کیا گیا، جو عصر حاضر کا امتیازی نشان اور اسکی کامرانیوں کا سرچشمہ ہے، یعنی سائنس اور سائنسی نقطہ نظر"۔ (۱۲)

۱۴ نومبر ۱۹۲۳ء کو سید محمد سعید الدین جعفری کے نام خط لکھا جو "مقالات اقبال" میں "اسلام کا مطالعہ زمانہ حال کی روشنی میں" کے نام سے شائع ہوا اس خط میں لکھتے ہیں۔

> "میرا عقیدہ یہ ہے اور یہ عقیدہ محض خاندانی تربیت اور ماحول کے اثرات کا نتیجہ نہیں بلکہ بیس سال کے نہایت آزادانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے کہ اس وقت اقوام انسانی کے لیے سب سے بڑی نعمت اسلام ہے اور جو شخص مسلمان کہلاتا ہے اس کا فرض ہے کہ قومی تعصب کی وجہ سے نہیں بلکہ خالصتاً انسان اپنی زندگی میں ایک عملی انقلاب پیدا کرے اور اگر دماغی قوت رکھتا ہے تو اپنی بساط کے مطابق اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرے تاکہ نوع انسانی قدیم توہمات سے نجات پائے"۔ (۱۳)

قانونِ قدرت ہے کہ بدلتی دنیا کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں ایک خود کار تبدیلی رونما ہوتی چلی جاتی ہے اس لیے اگر آئندہ کوئی مورخ مسلمانوں کی موجودہ حالت کا معائنہ کرنے کے بعد یہ کہے کہ یورپ کسی بات میں ان کا گراں بار احساں نہیں ہے تو اسکی یہ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بہت بڑی غلطی ہو گی ہمارے حال کو ماضی سے مطابق کرنا اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یورپ اپنے تہذیب و تمدن کے لیے اہل اسلام کا رہین منت نہیں ہے، بعید از غور و فکر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۱۶ء ص، ۱۰۰۱

۲۔ محمد رفیق افضل، (مرتبہ)، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور، طبع سوم، ستمبر ۱۹۸۶ء، ص۱۷۱ / ۱۷۲

۳۔ افتخار احمد صدیقی، (مرتبہ)، شذرات فکر اقبال، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع سوم، اگست ۲۰۱۶ء، ص، ۱۳۷

۴۔ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم سید نذیر نیازی، لاہور، بزم اقبال، اشاعت اول، ۱۹۵۸ء، ص ۲۰۲

۵۔ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم سید نزیر نیازی، ص ۲۰۲

۶۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال، لاہور اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم (یک جلد)، ۲۰۱۲، ص۵۹۷ / ۵۹۸

۷۔ قاضی اختر میاں احمد، جوناگڑھی، اسلام کا اثر یورپ پر، لکھنؤ، ادارہ ادبیہ، ۱۹۲۲ء، ص ۵

۸۔ سید عبد الواحد معینی (مرتبہ) مقالات اقبال، ص ۲۸۱

۹۔ محمد رفیق افضل (مرتبہ)، گفتار اقبال، ص ۲۳

۱۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص، ۸۷۶

۱۱۔ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم سید نزیر نیازی، ص ۲۰۲

۱۲۔ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم سید نزیر نیازی، ص ۱۹۰

۱۳۔ سید عبد الواحد معینی (مرتبہ) مقالات اقبال، ص، ۳۷۶